عفت سحر طاہر

رنگ دے تیرے

نزہت بیٹے پر ناراض ہوتی ہیں کہ اسے حریم کے میکے کیوں بھیجا۔ مائرہ اسے اپنے آنے والے رشتے کے بارے میں بتاتی ہے۔ وہ اسے سمجھاتا ہے کہ اسے اب زندگی میں آگے بڑھ جانا چاہیے۔ مائرہ باہر جانے کا پروگرام بناتی ہے لیکن وہ منع کر دیتا ہے کہ اسے حریم اور میرب کو لینے جانا ہے۔ مائرہ شدید غصے میں گھر آتی ہے جہاں اس کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آئے ہوتے ہیں، وہ ان سے بدتمیزی کرتی ہے۔ فوزیہ بیٹی کو ڈانٹتی ہیں، وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔

کیتھی کے گھر والوں کو پتا چل جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہے۔ وہ اسے لے کر غائب ہو جاتے ہیں۔ زیاد ہر جگہ اسے تلاش کرتا ہے لیکن اس کا کچھ پتا نہیں چلتا، مائرہ خودکشی کر لیتی ہے۔

چوبیسویں قسط

زندگی میں انسان بہت سی ایسی باتیں سنتا ہے کہ جنہیں سنتے ہی وہ خواہش کرتا ہے کہ کاش! یہ بات جھوٹی ہوں۔

www.zemtime.com
ZEMTime.com

آمنہ بھی اسی اسٹیج پر تھی۔
''تم..... مذاق کر رہے ہو زیڈ؟'' اس کی رنگت اڑی ہوئی تھی۔ زبان الفاظ کا ساتھ نہ دیتے ہوئے لڑکھڑائی۔ زیاد نے اس کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی اور گویا منت کرتے ہوئے بولا۔
''ریلیکس رہو پلیز! یہاں آؤ۔ بیٹھ کر سکون سے بات کرتے ہیں۔'' زیاد نے لان میں رکھے سنگی بینچ کی طرف اشارہ کیا۔ آمنہ نے اس کا ہاتھ جھٹک کر بے یقینی سے پھیلی آنکھوں سے اسے دیکھا۔
''سکون سے؟'' اس کی آنکھوں میں وحشت اتری۔
''یہ سکون سے کرنے والی بات ہے کیا؟ مجھ سے مذاق مت کرو زیڈ! میں مر جاؤں گی۔'' وہ گھگھیائی۔
''میں بھی تو زندہ ہوں۔'' وہ ہارے ہوئے انداز میں بولا تو آمنہ سن رہ گئی اس کی ساری امیدیں جل کر خاکستر ہو گئیں۔
''خدا گواہ ہے کہ تم سے رابطے کی کتنی کوشش کی تھی میں نے۔ غم اور تمہاری گمشدگی نے توڑ دیا تھا مجھے۔''
''تم نے میرا انتظار بھی نہیں کیا؟'' وہ اس سے زیادہ ٹوٹ گئی، نیلی آنکھوں میں آنسوؤں کی سرخی گھل سی گئی تھی۔
''مما کو اس حالت میں تمہارے بارے میں بتانا بہت مشکل تھا آمنہ! وہ ہر حال میں مائرہ کے ساتھ میری شادی کرنا چاہتی تھیں۔ عباد کی وصیت نے میرے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ حریم تمہاری نہیں بلکہ مائرہ کی جگہ اس گھر میں آئی ہے آمنہ! تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔''
''ابھی بھی۔'' آمنہ کے لب لرزے اور الفاظ ان سے ٹوٹ کر گرے۔
''ابھی بھی تم یہی دعویٰ کر رہے ہو؟'' وہ بے حد دکھی تھی۔
''میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو پلیز۔''
''مجھے ہوٹل چھوڑ آؤ زیڈ! ابھی شاید میں کچھ بھی سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔'' یک لخت اس نے ہاتھ سے رخساروں کو رگڑ کر صاف کرتے ہوئے قطعیت سے کہا تو زیاد بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

☆☆☆

اللہ جانے کیا سوچ کر اور کس فیصلے پر پہنچ کر اس نے شاذل کو میسج کیا تھا۔
''مل سکتے ہو؟''
''میں نے تو بہت کوشش کی کہ ہم مل جائیں۔ مگر تمہیں شاید میں چاہیے ہی نہیں تھا۔'' دو گھنٹے بعد شاذل کا جوابی میسج آیا تو وہ پڑھ کر ٹھٹکی۔
(کیا مطلب ہو سکتا ہے بھلا اس قنوطیت بھرے جواب کا)
''خیریت؟ حواس میں تو ہو۔ یا وہ وقت بتاؤ جب تمہارا نشہ اترے گا، میں تب کال کر لوں گی۔''
کچھ سوچ کر مائرہ نے رکھائی سے لکھا تو آگے سے دانت پیسنے والے ایموجیز سینڈ کیے گئے۔ مائرہ نے بددل ہو کر موبائل رکھ دیا۔
ایک تو اتنی مشکل سے اس کا ارادہ بنا تھا کہ شاذل سے مل کر ایک بار اس کے ساتھ تفصیلی بات کر کے اپنی زندگی کے متعلق کوئی فیصلہ کرتی۔ کہ اب وہ ایک دم پلٹا کھا گیا تھا، اس کے بدلے تیور اور اکھڑا سا انداز تو پچھلی ملاقات میں ہی مائرہ کو محسوس ہو گیا تھا لیکن تب اس نے غور ہی کہاں کیا تھا ان باتوں پر۔ اور اب جب وہ رات بھر پاپا کی باتوں کو سوچ کر اپنی ترجیحات سیٹ کر چکی تھی تو اگلا بندہ ہی پلٹ گیا تھا۔ وہ سینے پہ بازو لپیٹے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔

www.zemtime.com

مجھ سے بچھڑے ہو!
محبت میری عادت کر کے
تو پھر کسی پل بھی سکون کیسے آتا؟
''واٹ دا ہیل۔ تمہیں تو میں پوچھوں گی شاذل عباس!''
اس سے درحقیقت شاذل کی بے رخی برداشت نہ ہوئی تھی۔ اس کی ایک کال پہ لبیک کہنے والا آج اس کی کال اٹینڈ کرنے کا بھی روادار نہ تھا تو یہ کوئی اچھا سائن ہرگز نہیں تھا۔
اس نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر ایک غیر مطمئن نظر اپنے حلیے پر ڈالی پھر وارڈروب کھول کر اپنا بہترین لباس نکال کر زیب تن کیا، ہلکے سے میک اپ نے اس کی شخصیت کو نکھار دیا تھا۔
''مقابلہ ہو تو پھر ذرا برابری کا ہو۔ تمہیں بھی تو پتا چلے کہ کسے اگنور کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔''
سرخ اور سیاہ لباس میں ملبوس وہ تفاخر سے مسکراتی ہوئی شال شانوں پہ ڈالتی آئینے کے سامنے سے ہٹی اپنا موبائل کلچ میں ڈالا اور رابعہ کو اپنے شاذل کی طرف جانے کا بتا کر گاڑی میں آ بیٹھی۔
ڈرائیور نے مستعدی سے اپنی سیٹ سنبھالی شیشے سے باہر دیکھتی مائرہ کی آنکھوں میں کچھ سوچ کر مسکراہٹ سی اتری ہوئی تھی۔

☆☆☆

زلفی بہت چڑچڑا ہو رہا تھا کتنے دن گزر رہے، فون والی میڈم نے نہ رابطہ کیا تھا نہ ہی ایکسٹرا پیسے کمانے کا کوئی سین بن رہا تھا۔ اوپر سے نصرت کی کچ کچ الگ۔
''لو۔ بس ہو گیا تمہارا کاروبار؟ کہاں گیا تمہارا پارٹنر اور کہاں گئی وہ کمائی؟''
''ہو جائے گی کمائی بھی اماں! ایک تو تمہاری اس کل کل نے نحوست ڈال رکھی ہے۔ مجال ہے جو کمائی منہ کر جائے میری طرف۔''
زلفی خود بدمزاج ہو رہا تھا سو جو منہ میں آیا بکے گیا، ابا تو یوں بھی اسٹور پر جا چکے تھے جب سے اس نے ان کی جیب گرم کی تھی وہ زلفی کے ساتھ قدرے نرمی برتنے لگے تھے۔
''ہاہ۔ کمینہ نہ ہو تو۔ کم بخت۔ ابھی تیرے پیو کو تیرے لچھن بتاتی نا پھر وہ اپنی پشاوری چپل سے تیری خاطر کرتا۔ کیسے اول فول بک رہا ہے ماں کے متعلق۔'' نصرت ہتھے سے اکھڑیں تو وہ جلبلایا۔
''میرا منہ نہ کھلواؤ اماں! لچھن تو تمہاری بھتیجیوں کے خراب ہیں۔ انہیں بھی باہر والے ہی پسند آتے ہیں۔ ان سے نین مٹکے کر لیں گی بس تمہارے زلفی کی ہی ناک بہتی ہے۔''
وہ تپا ہوا تھا۔ اس کل کی بچی نے جیسے اسے دروازے سے دھتکارا تھا اور ممانی نے جو اس پہ قدغن لگائی تھی، وہ سب باتیں زلفی کو آگ لگانے کو کافی تھیں، طوبیٰ کے بارے میں بنایا گیا منصوبہ بری طرح ناکام ہوا بلکہ شاید اب ساری عمر نصرت اپنے بھائی بھابی کے گھر میں قدم بھی نہ رکھتیں۔
''باہر والے لکھ پتی ہیں تیری طرح کنگلے نہیں۔'' نصرت جلبلائیں۔ ''کہاں گیا تیرا پراپرٹی ڈیلر دوست اب؟''
''اُف..... پیسوں کی ماں ہے تو بھی اماں۔'' وہ جھنجھلایا۔
''تو اولاد خاص طور پہ بیٹے مانگتے کیوں ہیں لوگ؟ اسی لیے نا کہ کما کر کھلائیں والدین کو۔ بیچ میں سے ایک آدھ تیرے جیسا ہڈحرام نکل آئے تو ہماری طرح لوگ امتحان میں پڑ جاتے ہیں۔'' نصرت کی زبان تو ویسے بھی دودھاری تلوار تھی۔

''حد ہے اماں! پیسہ پیر ہے تم لوگوں کا۔'' زلفی بدمزہ ہوا۔
''ہے نا خبیث اولاد۔'' نصرت نے دانت کچکچاتے ہوئے اس کے کندھے پہ تھپڑ رسید کیا۔
''شادی کی خواہش ہے کہ کل کی کرتے آج کر دو۔ کمائی کی کوئی فکر نہیں۔ اور میں پوچھوں بھی ناں۔ اچھی دھونس ہے۔''
''کرلوں گا کمائی بھی اور دیکھنا اماں۔ تمہاری یہ بھتیجیاں سڑ کے راکھ ہو جائیں گی زلفی کے ٹھسن دیکھ کر۔''
''اللہ پاک۔ مجھے اس دن تک کے لیے زندہ رکھنا۔'' نصرت نے دعائیہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر اوپر دیکھا۔ تو ان کا طنز پا کر زلفی تلملاتا بڑبڑاتا ہوا باتھ روم میں گھس گیا۔
''نکھٹو۔ ہڈحرام نہ ہو تو۔ پچاس ہزار نہ ہوئے۔ پچاس لاکھ ہو گئے کہ اب سال دو سال بیٹھ کے کھائیں گے ہم۔'' نصرت کا دل بھی کم جلا ہوا نہیں تھا۔
''جلدی باہر نکل اور اسٹور پہ بیٹھ جا کر۔ بہت ہو گئی ہڈحرامی۔'' اونچی آواز میں زلفی کو سنا کر وہ بڑبڑاتے ہوئے باہر آ گئی ابھی اس نواب زادے نے ناشتا کرنا تھا۔

☆☆☆

دروازے پہ مدھم سی دستک سن کر پیروں پہ جرابیں چڑھاتے شاذل نے مصروف انداز میں آنے والے کو اجازت دی۔
''یس۔''
دروازہ کھلتے ہی مائرہ کی فریش مسکراتی ہوئی شکل دیکھ کر اس نے بے اختیار گہری سانس بھری اور پھر دوبارہ جرابیں پہننے لگا۔
''میں نے سوچا دیکھ کر تو آؤں۔ لوگ ناراضی میں کیسے لگتے ہیں۔''
''ویسے ہی۔ رد کرنے کے قابل۔'' وہ کندھے اچکا کر کہتا واش روم میں چلا گیا۔ ہاتھ دھو کر باہر آیا تو وہ اس کے ان ہی لفظوں کے حصار میں جامد سی کھڑی شاید اس کی ناراضی کی وجوہات ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی۔
تولیے سے ہاتھ خشک کرنے کے بعد اس نے تولیہ اسٹینڈ پہ پھیلا دیا۔
''بیٹھو۔'' اشارے سے کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ گہری سانس بھر کے مسکرائی۔ تب وہ توقف کے بعد دوبارہ گویا ہوا۔
''ویسے میں باہر ہی آنے لگا تھا۔''
وہ جو مطمئن ہو کر بیٹھنے کا ارادہ کر رہی تھی ٹھٹک گئی تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔
''تو سیدھے لفظوں میں گیٹ آؤٹ کہہ دیتے۔ بات کو اتنے گنجل ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔'' وہ خفیف سا بھڑکی تھی۔
''میں نے ایسا نہیں کہا، صرف بتایا ہے کہ میں باہر ہی چل رہا ہوں۔''
''بھاڑ میں جاؤ تم۔'' وہ نخوت سے کہتی باہر نکل گئی شاذل خود سے الجھتا اس کے پیچھے لپکا۔
''مائرہ! میری بات سنو۔'' بہ عجلت اسے پکارا لیکن وہ غصے میں آ چکی تھی پھر بھی شاذل نے اسے پورچ میں جا لیا۔
''یہ کیا بدتمیزی ہے۔ آوازیں دے رہا ہوں میں تمہیں۔''
''اپنا رویہ دیکھا ہے تم نے۔'' وہ پلٹ کر غرائی۔ اسے بازو سے پکڑ کر زبردستی اپنی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر دھکیل کر وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پہ آ بیٹھا۔

www.zemtime.com

''مجھے گھر ڈراپ کردو۔'' سینے پہ بازو لپیٹتے ہوئے وہ اکھڑ انداز میں بولی مگر وہ سنجیدہ سا سامنے دیکھتا گاڑی ڈرائیو کرتا رہا۔

''تم مجھ سے کوئی بات کرنے آئی تھیں؟'' کچھ دیر کے بعد شاذل نے خود ہی پوچھا ورنہ مائرہ تو اب ایسے ظاہر کررہی تھی جیسے کہ گاڑی میں وہ اکیلی بیٹھی ہوئی ہے۔

''ہاں۔ مت ماری گئی تھی میری۔ پاپا نے سمجھایا تھا کہ تم ایک اچھے انسان ہو۔ اور میں نے اس بات کا یقین کرلیا۔'' وہ بھڑکی۔

''اور زیاد.....؟'' شاذل نے ایک دم سے پوچھا۔

''کیا زیاد؟'' وہ گڑبڑائی۔

''زیاد اس سارے منظر میں کہاں فٹ ہورہا ہے۔ مجھے بس یہ جاننا ہے۔''

''زیاد کا ہماری زندگی سے کیا تعلق؟'' وہ مکر گئی۔

''وہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ اس سارے سفر میں زیاد کہاں رہ چکا ہے۔ یا وہ تمام عمر ہمارے ساتھ ساتھ ہی چلے گا۔'' شاذل نے تیکھی نگاہ اس ضدی اور بے وقوف لڑکی پر ڈالی۔

شاذل کی بات سن کر وہ کئی لمحوں کے لیے چپ رہ گئی پھر گویا تھک کر سر سیٹ سے ٹکا دیا۔

''مجھے نہیں پتا کہ وہ کیا تھا۔ میری ضد یا پھر انا کا مسئلہ۔ مگر یہ طے ہے کہ ان دو لفظوں سے بڑھ کر وہ اور کچھ بھی نہیں تھا میری زندگی میں۔''

''اور اس ضد یا انا کے چکر میں اس کے ساتھ کچھ غلط تو نہیں کیا تم نے؟'' شاذل نے احتیاط سے موڑ کاٹتے ہوئے گہری نگاہ مائرہ پر ڈالی۔

''مجھے کیا ضرورت ہے۔ اور ویسے بھی دفع کردیا ہے میں نے پرانے معاملات کو۔ نئے سرے سے صرف اپنے لیے سوچنا چاہتی ہوں میں شاذل!'' وہ جذباتی ہورہی تھی شاید۔

''تھک گئی ہوں۔ بے وجہ بے منزل راستوں پہ سفر کرکے۔''

''ہمم۔ اچھی علامات ہیں یہ تو.....'' شاذل نے تبصرہ کیا۔

''تم اپنی بتاؤ۔ اس قدر روڈ کیوں ہورہے ہو؟'' وہ سنجیدگی سے چہرہ موڑے اسے دیکھ رہی تھی۔

''پروپوزل دے کر پچھتا رہے ہو؟''

''میں تمہیں تمہاری رضامندی سے پانا چاہتا تھا مائرہ! گھر والوں کو انوالو کیے بغیر۔ بنا کسی زور زبردستی کے۔''

''ارے۔ ہے کسی کی مجال۔ جو مجھ پر زور زبردستی کرسکے۔'' وہ چمکی تو اتنے عرصے میں شاذل کے لبوں پہ پہلی بار ہلکی سی مسکراہٹ دکھائی دی۔

''اچھا۔ تو پھر بار اضی ورضا جو فیصلہ کرنے آئی ہو وہ بتادو۔''

''وہ تو اب تب بتاؤں گی۔ جب تم اچھی طرح۔ دوبارہ سے بہ قائمی ہوش وحواس سوچ کر اپنا پروپوزل پیش کروگے۔''

وہ ناک چڑھا کر ادا سے بولی۔ امید واثق تھی کہ اس کی بات میں چھپے اقرار کو سمجھ کر شاذل بخوشی یقیناً فوری طور پر دوبارہ شادی کے لیے پروپوز کرے گا۔ لیکن یہ اس کی خوش فہمی ہی رہی۔

''یہ تو بہت اچھا مشورہ دیا ہے تم نے۔ میں ضرور اس پر عمل کرنا چاہوں گا۔''

وہ سر خم کرتے ہوئے بولا تو مائرہ کو جھٹکا سا لگا لیکن خود کو سنبھال کر وہ بھی جواباً مسکرادی۔ اب دل میں کتنے

www.zemtime.com

بھانبھڑ جل اٹھے تھے، یہ وہی جانتی تھی لانگ ڈرائیو کے دوران بھی شاذل نے دوبارہ یہ موضوع چھیڑا تک نہیں تھا وہ بس اپنے امریکہ کے دوستوں کے قصے سناتا رہا جبکہ مائرہ سن سی کیفیت میں اپنی قسمت کے بدلتے زاویوں پر غور کر رہی تھی۔ نجانے خوشیاں اس کی مٹھی میں آ کر پھسل کیوں جاتی تھیں؟ اسے قسمت سے بہت گلے شکوے تھے۔ شاذل کی لنچ کی آفر اس نے ٹھکرا دی تو وہ بھی زیادہ بحث کیے بنا اسے گھر ڈراپ کر گیا۔

وہ اسے خدا حافظ کہتی پژمردہ سوچوں میں الجھتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

شاذل نے اسے گیٹ سے اندر تک ڈرائیو وے پہ چل کے جاتے ہوئے دیکھا پھر سر جھٹک کر گاڑی آگے بڑھا دی، درحقیقت وہ ایک بار پھر نئے سرے سے سوچنا چاہتا تھا۔ مائرہ کی شخصیت کے اس رخ نے اسے ڈگمگا کر رکھ دیا تھا۔

☆☆☆

زندگی تو اسی کو کہتے ہیں
جو بسر تیرے ساتھ ہوتی ہے

یوں تو جان سے پیاروں کے بچھڑنے کے بعد پیچھے رہ جانے والے ہر روز پل پل مرتے ہیں لیکن یہ شاید پہلی بار ہو رہا تھا کہ مرنے والوں کے جانے کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد ان کا غم اور دکھ منایا جا رہا تھا۔

اماں رو رو کر نڈھال تھیں۔ تو وہیں ابا بے چارے بھی اپنی تمام تر ضد اور انا کو پس پشت ڈال کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیے۔

ہائے۔ کتنی پیاری تھیں مصطفیٰ احمد کو اپنی بیٹیاں..... رشک و حسد کی نگاہیں کھا گئیں انہیں۔

نہیں۔ نہیں۔ شاید غلط فیصلے..... یا پھر بوسیدہ سوچ؟

''ہائے۔ میری مینو مر گئی۔ اور میرا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے بھی نہ ہوا۔'' اماں کو غش آ گیا تھا، طوبیٰ دوڑ کر گلاس میں پانی لائی۔ حریم نے ان کی ہتھیلیاں اپنے ہاتھ سے رگڑیں۔ طوبیٰ نے روتے ہوئے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ حریم نے آخری حربے کے طور پہ چند سیکنڈ کے لیے ان کی ناک چٹکی سے دبا کر سانس روکی تو وہ اگلے ایک دو لمحوں میں منہ سے گہری سانس کھینچتی ہوش میں لوٹ آئیں۔

''ہائے۔ میری بچی۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں تو حریم نے انہیں گلے سے لگا لیا اور خود بھی چپکے سے رونے لگی۔

ابا بے چارے کچھ بولے بنا بس چپ چاپ لیٹے آنسو بہاتے رہے۔ وقت تو مٹھی سے پھسلتی ریت ہے، بروقت ذہانت سے مٹھی کس کے بند کر لو تو اپنے حصے کی سوغاتیں مل جاتی ہیں ورنہ گزرے وقت پہ افسوس کر کے ماسوائے آنسو بہانے کے اور کچھ باقی نہیں بچتا۔

☆☆☆

وہ اس قدر ٹوٹی پھوٹی حالت میں ہوٹل پہنچی تھی کہ حیان اسے دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔

''کیا ہوا ہے آمنہ؟''

وہ بے حد پریشان تھا، آمنہ جیسے کسی ہمدرد کو سامنے پا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''کیا ہوا ہے۔ کچھ بتاؤ تو سہی۔'' حیان کے ہاتھوں کے چڑیاں تو تے سبھی اڑے۔

وہ اسے اپنے ہی کمرے میں لے آیا تھا۔ اسے صوفے پر بٹھایا اور جلدی سے گلاس میں پانی لا کر اس کے ہاتھ میں تھمایا جس میں سے اس نے ایک گھونٹ ہی پی کر گلاس ایک طرف رکھ دیا۔

''ریلیکس۔ پلیز۔'' اسے دوبارہ سے روتے دیکھ کر حیان مضطرب ہوا۔

www.zemtime.com

''زیاد سے کوئی مسئلہ ہوا ہے؟''
آمنہ کو ٹوٹ کر رونا آیا۔ اس کے سارے مسئلے، ساری خوشیاں اور غم اسی ایک نام سے تو جڑے تھے وہ نہ بھی بتاتی تو کوئی بھی سمجھ سکتا تھا۔
''بہادر بنو۔ اتنی دور سے اس طرح ہار ماننے تھوڑی آئی ہو تم۔ ذرا ذرا سی بات پہ یوں رونا شروع کر دو گی تو کیا بنے گا باقی کی زندگی میں تمہارا۔ تعلق میں اتار چڑھاؤ آتے ہی رہتے ہیں۔'' وہ شستہ انگریزی میں دلی ہمدردی سے کہہ رہا تھا، جب وہ اس کی بات کاٹ کر ایک دم سے بولی۔
''اس نے شادی کر لی ہے۔''
حیان کے اعصاب کو لگنے والا جھٹکا بہت شدید تھا، اس نے بے یقینی سے آمنہ کی طرف دیکھا تو وہ زور زور سے رونے لگی، حیان نے بے اختیار ہی اپنی انگلیوں سے پیشانی کو مسلا۔
''ناممکن۔ مذاق کر رہا ہوگا۔'' حیان نے اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے اسے حوصلہ دینا چاہا مگر وہ یونہی بے قراری سے آنسو بہاتی چلی گئی تو حیان کو صورت حال کی سنگینی کا اندازہ ہوا۔
''دھوکا دیا ہے اس نے تمہیں؟'' حیان کو غصہ آیا۔ آمنہ نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا اور سسکتے ہوئے ساری بات بتائی۔
''اب.....؟'' حیان کے سوال نے آمنہ کے آنسو ٹھہرا دیے۔ زیاد کی شادی کی خبر پر اول جھٹکے کے بعد بے تحاشا دکھ اس کا پہلا ردعمل تھا۔ پھر وہ زار و زار روئی۔ اور اب حیان کے اس سوال نے اس کے دکھ کو بھک سے اڑایا۔
''اب.....اب کیا؟'' اس نے سراسیمہ نگاہوں سے حیان کو دیکھا۔
''ہم ''دوسرے ملک'' میں ہیں آمنہ! صرف کچھ روز کے وزٹ ویزہ پر۔ ''اب'' کا مطلب ہے کہ کیا وہ اب بھی تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔'' وہ پوچھتے ہوئے اس سے نظر نہیں ملا پایا تھا۔
''ہاں۔ راستے میں اس نے کہی ہے یہ بات۔ وہ اپنے وعدے اور خواہش پہ قائم ہے۔''
اور اس کی بیوی؟'' حیان نے سلگتا ہوا سوال پوچھا تو آمنہ کی نیلی آنکھوں کی جھیلیں پھر سے بھر گئیں۔
''پتا نہیں۔ مجھے نہیں پتا کہ اسے میرے متعلق پتا ہے یا نہیں۔''
''یہ ناراضی اور غصہ دکھانے کا وقت نہیں ہے۔ ہم یہاں جسٹ فار فور ویکس (صرف چار ہفتوں کے لیے) آئے ہیں۔ اس سے بات کرو۔ معاملے کو آر یا پار لگاؤ۔ فون کالز پہ بعد میں یہ معاملات نہیں سلجھیں گے۔ یہاں اس کی ایک مکمل فیملی ہے، ظاہر ہے وہ ان سے کٹ کر کوئی فیصلہ نہیں کرے گا۔ تو بہتر یہی ہے کہ سارے معاملات طے کر کے جاؤ۔ رشتے کو آگے بڑھانا ہے تو بھی اور اگر ختم کرنا ہے تو بھی۔''
وہ سنگ دلی کی حد تک صاف گو تھا عائشہ ٹھیک ہی کہتی تھی۔ آمنہ نے کراہ کر سوچا۔
لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ سب سچ کہہ رہا تھا۔

☆☆☆

اسٹور کا شٹر اٹھانے سے پہلے زلفی نے پھپھا کی متوقع گھر کیوں کے پیش نظر پہلے موٹر سائیکل کے بیگ سے کپڑا نکال کر شٹر کو جھاڑا اور کپڑا واپس رکھ کر وہ جیب سے چابیاں نکالتے ہوئے شٹر کے تالے پر جھکا ہی تھا کہ کسی نے اس کے بازو کو کہنی سے پکڑ کر اسے بزور سیدھا کر دیا۔ زلفی ہڑبڑا کر آنے والے کی طرف متوجہ ہوا۔
''آپ سے کچھ کام ہے جناب!'' وہ جینز شرٹ میں ملبوس سن گلاسز لگائے اچھا خاصا معقول صورت نوجوان تھا۔

www.zemtime.com

''جی۔ کہیے۔''
''یہاں نہیں۔ آفس چل کے بات کرنی ہوگی۔ میڈم نے بلایا ہے آپ کو۔''
وہ جیسے سرگوشیانہ بولا۔ وہ زلفی سے عمر میں چار پانچ سال بڑا ہی دکھائی دیتا تھا لیکن اتنے ادب سے پیش آرہا تھا کہ زلفی کا دل خوش ہوگیا۔ اوپر سے میڈم کا حوالہ۔ یعنی پھر سے کمائی کا موقع۔
وہ بخوشی اس کے ساتھ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر آبیٹھا۔ ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھادی۔
''آپ کی میڈم کا نام کیا ہے ویسے؟'' زلفی نے خاموشی سے اکتا کر خود ہی بات شروع کی اور چہرہ گھما کر ساتھ بیٹھے نوجوان کو دیکھا اسی وقت اس نے زلفی کے منہ پہ تیز لیکن ناگوار بو سے اٹا رومال رکھ دیا۔ زلفی ایک لمحے کے لیے تڑپ کر اس کی گرفت میں ہی ڈھیلا پڑ گیا تو اس نے زلفی کو اپنے سن گلاسز پہنا کر سیٹ سے ٹیک لگا کر اچھی طرح سیٹ کر کے بٹھادیا۔ اب یہی لگ رہا تھا کہ وہ نیند میں ہے اور سیٹ سے سر ٹکائے سو رہا ہے۔ وہ شخص ڈرائیور سے مخاطب ہوا۔
''شارٹ کٹ لو۔ اور سیدھا ہیڈ کوارٹر چلو۔''
''او کے سر۔'' ڈرائیور نے گاڑی کا گیئر بدلتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆

مصطفیٰ صاحب بالکل خاموش ہوگئے تھے، کچھ بولتے تو اندازہ ہوتا کہ کس کیفیت میں ہیں۔ حریم سے ان کی خاموشی برداشت نہیں ہو پائی تو وہ ان کے پیروں کے پاس آبیٹھی۔ انہوں نے چونک کر اسے دیکھا پھر ہاتھ سے بستر پر اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا، حریم کی مارے خوشی کے آنکھیں بھر آئیں، وہ فی الفور ان کی پائنتی سے اٹھ کر ان کے قریب جا بیٹھی۔
''مجھے معاف کردیں ابا! میں بھی تو آپ کا دل دکھانے کا باعث بنی ہوں۔''
''نہ میرا بچہ۔'' ان کا لرزتا ہوا ہاتھ بڑے عرصے بعد اس کے سر پر آکر ٹھہرا تو وہ اونچی آواز میں روتی ہوئی ان کے سینے سے لپٹ گئی۔
''ابا! میرے پیارے ابا! اللہ آپ کو کوئی اور دکھ نہ دکھائے۔''
''وہ میری سب سے لاڈلی بیٹی تھی۔ اور دیکھو۔ کیسے ملے بنا ہی۔'' ان کی آواز کپکپا گئی۔
''اسے آپ سب سے بھی محبت تھی ابا! بس اپنی خواہشات کو پورا کرنے کا شوق اور من پسند زندگی پانے کی چاہت شدید تھی اس کی۔'' حریم نے رندھے لہجے میں کہتے ان کے سینے سے سر اٹھایا۔
''لیکن وہ سب حاصل کر لینے کے بعد وہ پلٹ کر پھر بھی ہمارے پاس ہی آئی تھی۔ کیونکہ وہ ہمیں بھی نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ بس آپ اسے دل سے معاف کردیں ابا..... مانا کہ نرمین نے بہت بڑا گناہ کیا، غلطی کی۔ لیکن زلفی واقعی اس کے قابل نہ تھا۔''
''معاف کردیا۔ میرے اللہ میں نے اپنی بچی کو دل سے معاف کردیا۔'' ابا رو دیے۔ میرب بھاگتی ہوئی اندر آئی تو ان دونوں کو روتے دیکھ کر سہم کر دروازے ہی میں کھڑی ہو کر آنکھیں پٹپٹا کر انہیں دیکھنے لگی جیسے اندر کی صورت حال کا اندازہ لگا رہی ہو۔ حریم نے فوراً آنسو پونچھے اور بازو بڑھا کر ہاتھ کے اشارے سے میرب کو پاس بلایا۔ وہ دوڑ کر آئی اور میرب سے لپٹ گئی۔
''عباد بھائی کی وصیت تھی کہ میرب کو میں ایک ماں کی طرح پالوں۔ لیکن تب حالات اس قدر بگڑے ہوئے تھے کہ اگر سیدھے سبھاؤ آکر میرا رشتہ مانگا جاتا تو شاید آپ کی طرف سے صاف انکار ہو جاتا کیونکہ میری منگنی زلفی سے ہو چکی تھی۔ زیادہ کوئی رسک نہیں لینا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے جھوٹ بول کر حالات ایسے پیدا

www.zemtime.com

کر دیئے کہ آپ غصے میں آ کر ہی سہی لیکن میری اس سے شادی کرنے پہ تیار ہو گئے۔"
وہ مدھم لہجے میں دکھ سموئے ساری حقیقت سے پردہ اٹھا رہی تھی، انہیں یاد آیا انہوں نے لمحوں میں ہی کیسے حریم کو بے اعتبار کر دیا تھا۔ اُف۔ انہوں نے کرب سے آنکھیں موندیں۔
نجانے ہم لوگ اپنے رویوں میں اس قدر شدت پسند کیوں ہیں۔ اور کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت بے جا جذباتیت اور انا کو ایک طرف کیوں نہیں رکھتے۔
"لیکن یہ سب حالات ہم انسانوں کو سبق سکھانے کے لیے ہی تو آتے ہیں ابا! جو گزر گیا اس سے سیکھ حاصل کر کے آئندہ ان غلطیوں سے بچنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔" حریم نے اپنے دوپٹے سے ان کا نم چہرہ صاف کرتے ہوئے مسکرانے کی کوشش کی۔
"لیکن اتنا بڑا اخراج۔" ان کے لب کپکپائے۔
"جتنی بڑی غلطی اتنا ہی بڑا اخراج۔" حریم پھیکا سا مسکرائی۔
"لیکن ابھی بھی وقت نہیں گزرا ہے۔ میرب کو دیکھیں یہ تو بنی بنائی نرمین لگتی ہے۔ ہم طوبیٰ کے لیے بہت اچھے فیصلے کریں گے۔ پہلے کی غلطیوں کو نہیں دہرائیں گے۔ بیٹیوں کو اعتماد کے ساتھ اعتبار بھی دیں گے۔" وہ نرمی سے مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔
ابا دکھ سے آنکھیں موند کر رہ گئے

☆☆☆

"کدھر ہو یار۔ ایک ہفتے سے غائب ہو۔ اتنی کالز کیں، میسجز چھوڑے مگر تم ہو کہ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو۔"
کال ملتے ہی اگلے بندے کی ہیلو سن کر وہ جیسے بھڑک اٹھا۔ دوسری جانب سے بلند و بانگ قہقہہ سنائی دیا تھا۔
"اب تم تو تین بھگتا چکے۔ ہمیں ایک کی بھی اجازت نہیں؟"
"اچھا..... تو اس عمر میں شادی کے لیے لڑکیاں دیکھنے میں مصروف ہو۔" شاذل نے چوٹ کی۔
"حق ہاہ۔" جواب میں اس نے گہری سانس بھری۔ "اپنی تم جیسی قسمت کہاں کہ "لڑکیاں" دیکھیں۔ ایک ہی لڑکی دیکھی ہے کیونکہ ایک ہی سے شادی کا ارادہ ہے۔"
"شٹ اپ۔" شاذل ہنسا۔
"لگ پتا جائے گا بچو۔ پاکستانی ایک بھی وہاں کی تین پہ بھاری ہو گی ان شاء اللہ۔"
"بس۔ میں یہی پتا لگانے کو مر رہا ہوں۔" وہ بھی محظوظ ہوا تھا۔
"اچھا یار ایک کام آن پڑا ہے تجھ سے۔ یہ بتا کہ کب فارغ مل سکتا ہے؟"
"اپنے جگر کے لیے تو ہمیشہ۔ کام بتا بس۔" وہ فخر سے بولا۔
"یار ایک بندہ اٹھوانا ہے ذرا۔" وہ آرام سے بولا تو دوسری جانب اویس ڈوگر یقیناً اچھل پڑا۔
"دماغ ٹھیک ہے تیرا۔ لال پری تو پی کر نہیں بیٹھا۔"
"کیوں بھئی؟" شاذل نے مسکراہٹ دبائی۔
"بندہ ہے یار پڑھی سے امرود سیب اٹھانا ہے۔ اپنے اطمینان کا لیول چیک کر ذرا۔" وہ چڑ کر بولا۔
"تمہارے لیے کون سی نئی بات ہے۔" شاذل کرسی جھلاتے ہوئے بدستور مسکرا رہا تھا، انداز ہنوز چڑانے والا تھا اور مزے کی بات یہ کہ مقابل آج چڑ بھی رہا تھا۔

www.zemtime.com

''خبیث انسان! توبہ تائب کر کے لڑکی دیکھنے نکلا تھا میں۔ اب اگر میں نے کچھ ایسا سین پارٹ کیا تو میرے پیو (باپ) نے لتر مارنے ہیں مجھے۔''

''اچھا۔ تو کہاں گئے وہ یاروں کے لیے کچھ بھی کرنے کے دعوے۔'' شاذل نے اس کی غیرت کو للکارا۔

''معاملہ کیا ہے۔ کوئی بڑا کیس ہے کیا؟''

''نہیں یار۔ بس کسی کو توبہ تائب کروانا ہے اور ایسا کوئی چکر نہیں۔''

''چل ٹھیک ہے پھر۔ ملتے ہیں تو پوری ڈیٹیل پوچھتا ہوں۔'' اویس نے مان جانے کا اشارہ دے دیا تھا شاذل نے الوداعی کلمات کہتے کال کاٹ دی اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ سکڑی۔

درحقیقت اس کا ذہن اس وقت سخت الجھاؤ کا شکار تھا۔

اور آج۔ تیسرے روز ہی زلفی رسی سے جکڑا خالی کمرے کے وسط میں رکھی کرسی پر بے ہوش پڑا تھا۔ کوئی پل آتا کہ وہ ہوش کی دنیا میں لوٹنے والا تھا۔

یہ اویس ہی کی جگہ تھی ہیڈ کوارٹر کے نام سے مشہور۔ پولیس کی نوکری سے بہت جلد دل بھر جانے کے باعث نوکری چھوڑنے کے بعد بھی یہاں وہ معاشرے کے ناسوروں کو ہلکا پھلکا ٹھونک پیٹ کر سیٹ کرتا رہتا تھا۔

زلفی کے سر کے عین اوپر سو واٹ کا بلب جلا کر بڑا فلمی اور ڈرانے والا ماحول بنایا گیا تھا خود اویس اور شاذل سامنے ٹیبل کے پار سیاہ نقاب چہرے پہ چڑھائے کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ زلفی کو ہوش آیا تو اس کی آنکھوں پہ پٹی تھی اور دونوں ہاتھ پیر کرسی کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ منہ کھلا تھا سو گھبرا کر چیخنے لگا۔

''صبر کر اوئے۔'' اسے بے ہوش کر کے ساتھ لانے والے نے ایک جھانپڑ زلفی کی گدی پہ لگاتے ہوئے آنکھوں سے پٹی کھینچ دی۔ اسے چند لمحے لگے اس منظر سے مانوس ہونے میں۔

''اب بتاؤ مکھن۔ بچی کو کس کے کہنے پر اغوا کر رہے تھے تم؟'' اویس کا انداز بات کرتے ہوئے اپنے اصل انداز گفتگو سے اب یکسر مختلف تھا۔

پٹی کھلتے ہی سامنے بیٹھے شخص نے تحکمانہ انداز میں پوچھا تو زلفی کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مکافات عمل اتنی جلدی سامنے آئے گا اس نے سوچا بھی نہیں تھا

''کک..... کون سی بچی۔ میں تو اسٹور کا شٹر کھول رہا تھا جب یہ لوگ مجھے اٹھا کے لے آئے۔'' پیچھے کھڑے یہ لوگ نے ایک اور جھانپڑ اس کے کان پہ رسید کر کے شاید اس کی یادداشت واپس لانے کی سعی کی۔

''تم سے تو بس اس لیے پوچھ رہے ہیں کہ اگر تم بے گناہ ہو تو تمہیں معافی دلائی جا سکے ورنہ اصل مجرمہ۔ تمہاری فون کال والی میڈم تو پکڑی جا چکی ہے۔''

شاذل نے اونچی آواز میں کہا تو زلفی کی ساری ہیکڑی نکلتے ایک منٹ بھی نہیں لگا۔ ویسے بھی وہ کون سا عادی مجرم تھا فوراً سیدھا ہو گیا۔

''میرا کوئی قصور نہیں ہے بھائی صاحب۔ اس میڈم نے ہی اپنی دشمنی نکلوائی ہے میرے ذریعے۔ اسے شاید نفرت ہے میری کزن سے۔''

''کزن..... کون کزن؟'' شاذل چونکا۔

''وہ جی۔ زیاد سیٹھ کی بیوی میرے ماموں کی بیٹی ہے۔''

اویس نے معنی خیز نظروں سے شاذل کو دیکھا جو لب بھینچے ہوئے تھا۔ اسے اب اندازہ ہوا کہ مائرہ اصل میں زلفی تک کیسے پہنچی۔ اور زلفی جو پہلے ہی حریم کے خلاف تھا، فوراً ہی اس طریقے سے بدلہ لینے پر آمادہ ہو گیا جس میں دلی سکون ملنے کے ساتھ مفت کا پیسہ بھی ہاتھ آ رہا تھا۔

www.zemtime.com

شاذل نے زلفی کے پیچھے کھڑے آدمی کو اشارہ کیا تو اس نے زلفی کے ہاتھ پاؤں کھولے۔
''اسے سیدھا کر کے گھر واپس چھوڑ آؤ تا کہ یہ آئندہ کبھی ٹیڑھا چلنے کی جرات نہ کرے۔'' وہ اونچی آواز میں بولا اور اویس کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا پیچھے سے زلفی کے رونے چلانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

☆☆☆

''پچھتا رہے ہو اب؟'' ناشتے کی میز پر زیاد کو چپ چاپ دیکھ کر نزہت کرب سے گزریں۔
''کس بات پہ؟'' زیاد نے گویا انجان پن کا مظاہرہ کیا
''عباد کی وصیت پہ عمل کر کے؟''
''نہیں۔ کبھی بھی نہیں۔'' وہ مضبوطی سے بولا۔
''تو پھر۔ اس لڑکی کا یہاں تمہارے پیچھے آنا اور تمہارا حریم کو اگنور کرنا۔ یہ سب کیا ہے؟''
''میں نے وصیت پہ عمل کر کے اس محبت کو نبھایا ہے جو مجھے اپنے بھائی سے ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر اس وقت کیتھی گم نہ ہوتی تو میں عباد کے سامنے اسی کا نام لیتا۔ وہ اس کے متعلق سب جانتا تھا، وہ کبھی بھی مجھے اس وصیت کا پابند نہ کرتا۔ لیکن تب کیتھی کہیں تھی ہی نہیں اور میں میرب پر مائرہ جیسی خود غرض لڑکی کو مسلط نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لیے مجھے بہتر لگا کہ جو لڑکی میرب سے بے غرض محبت کرتی ہے اسی سے شادی کر لوں۔'' وہ قطعیت سے بولا تو نزہت چوری بن گئیں۔ کیسا درست اندازہ تھا مائرہ کے بارے میں ان کی اولاد کا۔ صرف وہی تھیں جن کی آنکھوں پر بھتیجی کی محبت کی پٹی بندھی رہی۔
''اور اب حریم کا کیا ہوگا؟'' انہوں نے جلد ہی اس کیفیت سے چھٹکارا پا کر مدعے پہ آتے ہوئے پوچھا۔
''وہ میری بیوی ہے۔ اس کی حیثیت کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا مما!'' وہ ذہنی انتشار کا شکار ہونے لگا۔
''لیکن کیتھی کی جگہ حریم کبھی نہیں لے سکتی۔ کیتھی وہ لڑکی ہے جس کے ساتھ میں نے اپنی ساری زندگی گزارنے کی پلاننگ کی تھی۔''
''لیکن یہ مت بھولو کہ اب تم اللہ کے پلان کے مطابق زندگی گزار رہے ہو۔ یعنی اللہ کی مرضی یہی تھی۔ تمہاری پلاننگ سے اوپر۔'' نزہت نے تحمل سے کہا تو وہ چپ رہ گیا۔
''وہ اب صرف میرب کی ہی نہیں۔ تمہارے بچے کی ماں بھی بننے والی ہے زیاد! جذباتیت میں آ کر صرف اپنی ذات کے لیے کوئی فیصلہ مت کرنا۔ تمہارے ساتھ اب تین زندگیاں اور بھی جڑی ہوئی ہیں۔''
نزہت نے بڑی خوب صورتی سے اس کے ذہن میں بات ڈالی تھی۔ وہ کرب سے آنکھیں موند کر رہ گیا۔
نزہت کا دل ماں کا دل تھا۔ اور کچھ اپنی بے جا ضد اور ماضی کی غلطیوں پہ پشیمان بھی تھا تو فوراً پگھل گیا۔
''تم نے ہمیشہ بہترین فیصلہ کیے ہیں زیاد! مجھے دیکھو۔ میں آج تمہارے حریم سے شادی کے فیصلے پر خوش ہوں مطمئن ہوں۔ واقعی اس سے اچھی میرب کے لیے کوئی لڑکی بھی ماں نہ بن سکتی تھی۔''
''لیکن مجھے آج تک سمجھ میں نہیں آیا کہ میرب کو مارا اور زخمی کیوں کیا اس نے۔ اور پھر مانتی بھی نہیں۔''
زیاد نے دل میں چبھی پھانس آج نکال کر سامنے رکھ ہی دی تو نزہت کی زبان لڑکھڑا گئی۔
''تم بھی نا۔ بچوں کی الگ ہی ایک دنیا ہوتی ہے فینٹسی سے بھرپور۔ کچھ بھی کہانی بنا لیتے ہیں۔ اور میرو تو ویسے بھی مما مما کرتی رہتی ہے۔ بس یونہی نام لے دیا اس بے چاری کا۔''
''ہمم۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا۔'' وہ گہری سانس بھرتا نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا اٹھ گیا۔
''اس لڑکی کو بتایا ہے تم نے اپنی شادی کے متعلق؟'' نزہت نے زیاد کا ستا ہوا چہرہ دیکھ کر استفسار کیا۔
''جی۔ بتا دیا ہے۔'' نزہت نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تھے کہ وہ ان سے پہلے ہی قطعیت سے بول

www.zemtime.com

اٹھا۔

''آخری فیصلہ اسی کا ہوگا مما! اس نے اللہ کی خوشنودی کے لیے تکلیفیں سہی ہیں اور میری خاطر وہ سات سمندر پار سے یہاں آئی ہے۔ تو یہ کسی طور ٹھیک نہیں کہ اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے تمام وعدوں سے منکر ہو کر اس کے سامنے ایک مسلمان کا مسخ کردار پیش کروں۔ اگر وہ اب بھی میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہے تو میں اس سے شادی کرنے کو تیار ہوں۔''

نزہت کے سر پہ جیسے چھت آ گری ہو۔

☆☆☆

وہ آؤٹ لیٹ پہنچنے تک آمنہ کو کئی بار کال کر چکا تھا لیکن اس نے کال اٹینڈ نہیں کی تھی۔ آفس پہنچ کر حیان کو کال کرنے کا تہیہ کر کے اس نے موبائل ساتھ والی سیٹ پہ پھینک دیا۔ وہ گاڑی سے نکل رہا تھا جب اس کے موبائل کی رنگ ٹون بجی، اس کے ذہن میں پہلا نام آمنہ کا آیا لیکن اسکرین پہ حریم کا نام دیکھ کر وہ ٹھٹکا۔

اندر بڑھتے ہوئے اس نے کال اٹینڈ کی تھی۔

''السلام علیکم۔ کیسی ہو؟''

''ٹھیک ہوں۔'' سلام کا جواب دے کر وہ مختصراً بولی۔

''اور میرو کا کیا حال ہے؟'' وہ اسٹاف کو سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیتے ہوئے اپنے آفس کی طرف آ گیا۔

''میرو بھی بالکل ٹھیک ہے۔'' زیاد ٹھٹکا۔ حریم کی آواز اسے بھیگی ہوئی اور زکام زدہ سی لگی۔ جیسے وہ روتی رہی ہو۔ کرسی پہ بیٹھتے ہوئے وہ ٹھٹکا۔

''میرب ٹھیک ہے نا۔ اور تم۔ رو رہی ہو کیا؟'' وہ متوحش ہوا تو حریم کے آنسو اور تیزی سے بہنے لگے۔

''نہیں۔'' اس نے بولنا چاہا لیکن آواز نم ہو کر گلے ہی میں گھٹ گئی۔

''حریم! کیا ہوا ہے بتاؤ مجھے فوراً۔'' وہ جھلایا۔ جب سے میرب کی گمشدگی کا واقعہ ہوا تھا تب سے وہ اس کی طرف سے بہت محتاط رہتا تھا۔ اب بھی حریم کے رونے پر دھیان سیدھا میرو کی طرف ہی گیا۔

''اماں، ابا کو نرمین اور عباد بھائی کی ڈیتھ کے متعلق بتا دیا ہے میں نے۔'' وہ رونے لگی تو زیاد ایک دم چپ کر گیا۔

''یہاں تو جیسے آج ہی صف ماتم بچھی ہے زیاد۔ اور مجھ سے برداشت نہیں ہو پا رہا اب۔ کتنا ظلم کیا نا تم لوگوں نے بروقت اطلاع نہ دے کر۔ آخری بار دیکھ کر ماں باپ کو سکون ہی آ جاتا۔''

''اس وقت ہماری حالت بھی کچھ سوچنے لائق نہیں تھی۔ اور نہ ہی وقت تھا تم لوگوں کو ڈھونڈنے کا۔ اور بالفرض ڈھونڈ بھی لیتے تو تب شاید تم لوگ اپنی نفرت آمیز ضد اور انا کے مارے آتے بھی نہیں۔'' وہ دوٹوک گویا ہوا تو حریم تڑپی۔

''ایسے مت کہو۔ میرے بوڑھے والدین کی حالت دیکھو آ کر۔ پھر پتا چلے گا تمہیں۔''

''حالات نے ہی توڑا ہے انہیں اور ان کی بے جا انا کو حریم! تم بے وجہ جذباتیت کو پرے رکھ کر سوچو تو تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ اگر آج وہ دونوں زندہ ہوتے تو تمہارے والدین کے لیے قابل نفرت ہی تھے۔'' وہ بات ادھوری چھوڑ کر ذرا دیر رکا۔

''میں اس لیے اس صورت حال کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں کہ مما بھی تو بالکل تمہارے والدین والی سوچ

www.zemtime.com

رکھتی تھیں۔ انہیں بھی حالات نے توڑا ہے تب ہی وہ نرم ہوئی ہیں۔" اس نے رسانیت سے بات مکمل کی۔
"اب مجھے بتاؤ۔ میں واپس آؤں یا یہیں رہوں؟" حریم کا اگلا سوال غیر متوقع اور آنسوؤں میں بھیگا ہوا تھا، زیاد کے منہ سے فوری طور پر کوئی بات نہ نکل سکی۔
"اگر تم کہو گے تو میں میرب کو لے کر خاموشی سے تمہاری زندگی سے نکل جاؤں گی۔ تم اپنے دل کی مرضی سے کوئی بھی فیصلہ کر سکتے ہو۔ جیسے پہلے کیا تھا۔ مجھ سے شادی کے وقت۔"
"تم گھر آجاؤ۔ میرب کے لیے اداس ہوں میں۔" وہ بدقت تمام بول پایا۔ اس لڑکی کا بھی کم نقصان نہیں کیا تھا اس نے۔ میرب کو ایک سگا رشتہ دینے کے لیے اس نے حریم سے اس کے تمام ہی رشتے چھین لیے تھے۔ اب اگر اسے چھوڑنا تھا تو یہ فیصلہ زیاد کو بہت حوصلے سے کرنا تھا۔

☆☆☆

"اس نے فیصلہ تم پہ چھوڑا ہے آمنہ! تمہیں نہیں چھوڑا۔" حیان نے اسے مسلسل سوجی آنکھوں اور سرخ ہوتی ناک کے ساتھ روتے دیکھ کر گھر کا۔
"اٹھو۔ باہر نکلو۔ یہاں اندر رو رو کر تنہائی میں مرنے سے بہتر ہے کہ باہر تازہ ہوا میں جان دی جائے۔"
حیان الشافع کو کسی کی دل جوئی کرنا نہیں آتی تھی اس کی ہمدردی بھی زخموں پہ نمک پاشی سے کم نہیں ہوتی، یہ اس کی اپنی سگی بہن کی تمام تر زندگی کے تجربے کا نچوڑ تھا۔ تب اس نے عائشہ کو کال ملا کر فون اسے تھمایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔
عائشہ سے بات کرتے ہوئے وہ ٹوٹ گئی۔
"اللہ اکبر۔" عائشہ دنگ تھی۔ "کیا ہی قیامت ٹوٹ پڑی اس بے چارے پر۔"
"اس پر؟" آمنہ صدمے سے رونا بھولی۔
"قیامت تو مجھ پر ٹوٹی ہے عائشہ! میں اس کے لیے سمندر پار سے یہاں آئی ہوں محض ایک آس اور امید کا دیا تھامے۔ اور وہ یہاں کسی اور کا ہو چکا ہے۔" وہ سسک اٹھی۔
"ہوا نہیں آمنہ! اسے ہونا پڑا۔ حالات کا غیر جانب داری سے تجزیہ کرو پھر ہی صحیح فیصلہ کر پاؤ گی۔"
"میرا تو دل ہی کرچیوں میں بٹ گیا ہے عائشہ! مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا کروں۔ وہ میری آنکھوں کا پہلا خواب ہے۔ میرا تو اب اس کے سوا کوئی رہا ہی نہیں تھا۔ اور اسے بھی میں نے کھو دیا۔" وہ کراہی۔
"اچھی طرح سوچو سمجھو اور پھر فیصلہ کرو آمنہ!"
"دعا کرو میرے لیے عائشہ! میرا دل بہت تکلیف میں ہے۔"
"ضرور کروں گی۔ اس کی بیوی سے ملو۔ تب شاید تمہیں فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔"
عائشہ نے فون رکھتے ہوئے اسے مشورہ دیا تو آمنہ نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔ جسے آپ اپنی محبت، اپنی زندگی سمجھتے ہوں اسے کسی اور کے حوالے سے پکارا جائے تو دکھ کا لیول الگ ہی ہوتا ہے۔
آمنہ نے موبائل ایک طرف رکھتے ہوئے دونوں ہتھیلیوں سے رگڑ کر آنکھیں صاف کی تھیں مگر آنسو تھے کہ امڈے ہی چلے آرہے تھے

☆☆☆

زلفی کو اچھی خاصی پھینٹی لگا کر بالآخر چھوڑ دیا گیا۔ نصرت اس کی دگرگوں حالت دیکھ کر تڑپ ہی تو اٹھیں۔

www.zemtime.com

''آئے ہے۔ بیڑا غرق۔ یہ کہاں سے سر پھٹول کروا کے آیا ہے کمبخت۔ کل سے غائب ہے، موٹر سائیکل بند اسٹور کے سامنے چھوڑ کے۔ تیرا باپ تھانے بھی رپورٹ کروا آیا ہے۔''

تھانے کا نام سن کر زلفی بدکا۔

''ایسی کیا موت پڑ گئی تھی مجھے۔ آ تو گیا ہوں۔ ابا کو بڑا شوق ہے تھانے کی حاضری کا۔'' وہ سخت جھنجھلایا ہوا تھا۔

اس نے تو شکر ادا کیا تھا کہ تھوڑی بہت مار پیٹ کر کے اسے معاف کر دیا گیا تھا اور ادھر ابا پھر سے اسے پولیس کے چکر میں پھنسانے کو تھے۔

''بک تو سہی۔ ہوا کیا ہے یہ۔ نیل پڑے ہوئے ہیں ماتھے پہ۔'' نصرت کا دل تڑپا۔

''ٹکور کر دو اماں بس۔ لڑائی۔ ہو گئی تھی کسی سے۔'' وہ کراہا۔

''چل بیٹھ رضائی میں۔ میں دودھ، ہلدی گرم کر کے لاتی ہوں۔'' نصرت ڈانٹنے کا ارادہ ملتوی کر کے افتاں وخیزاں باہر لپکیں، زلفی نے دونوں کان پکڑ کر اوپر کی طرف دیکھا۔

''میرے تو سارے خاندان کی بھی توبہ۔ بھاڑ میں گیا ایسا پیسہ۔ میں ابا کی گالیوں اور ان تین ہزار میں ہی خوش ہوں۔''

اس نے تہیہ کر لیا تھا۔ اس مار سے اس کا دماغ ٹھکانے پر آ گیا تھا اور چھوٹا موٹا ڈان بننے کا خواب جو اس نے دیکھ لیا تھا، وہ بھی چکنا چور ہو گیا۔ وہ کراہتے ہوئے رضائی میں گھس گیا۔ ٹھنڈی رضائی نے چوٹوں کے درد کو بڑھا کر اس کی توبہ تلا کو مزید پختہ کیا تھا۔

☆☆☆

اس بار حریم کی واپسی کوئی عام واپسی نہ تھی۔ ابا اماں نے اسے اس طرح آنسوؤں کے ساتھ رخصت کیا جیسے یہ اس کی وداعی کا دن ہو۔

''زیاد کے ساتھ آنا اب۔ تم اس گھر کی بیٹی ہو تو وہ بیٹا۔'' ابا کی ترجیحات اب بالکل سیٹ تھیں۔ اماں تو میرب کو اب گود سے اتارتی ہی نہ تھیں۔ طوبیٰ سگی بھانجی کی مزید دیوانی ہو گئی۔

''اللہ پاک تجھے عرشوں کے رنگ لگائے میری بچی۔ عذاب تو تم نے بھی کم نہیں کاٹا۔'' اماں کا دل موم ہو چکا تھا۔

''بس اماں۔ دعا کرتی رہیے گا میرے حق میں۔'' وہ ان کے گلے لگی۔ اسے پتا تھا اب یہ لب اس کے لیے دعا کرنا کبھی بھی نہیں چھوڑنے والے تھے۔

☆☆☆

تجھ سے بچھڑے ہیں مگر عشق کہاں ختم ہوا
یہ وہ جیتی ہوئی بازی ہے جو ہاری نہ گئی
تو ہے وہ خواب جو آنکھوں سے اتارا نہ گیا!
تو وہ خواہش ہے جو ہم سے کبھی ماری نہ گئی

آمنہ کے فون نمبر کے ساتھ شو ہونے والی اس کی مسکراتی ہوئی پروفائل پکچر کو دیکھتے ہوئے زیاد کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

آخری قسط آئندہ ماہ ان شاء اللہ

www.zemtime.com